قواعدِ فقہیہ - ایک تجزیاتی مطالعہ

حافظ عبدالباسط خان

اللہ تبارک وتعالی نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے دین اسلام کو نازل فرمایا اور اس کی عمارت کو قرآن و حدیث سے مضبوط فرمایا اور اجماع و قیاس کے ذریعے اسے حوادثاتِ زمانہ کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا ہے۔ ائمہ مجتہدین اور ان کے شاگردوں نے ان چاروں فقہی بنیادوں یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے اخذ و استنباط کے لیے اصول فقہ کی ایک شاندار بنیاد قائم فرمائی۔ بلاشبہ دور جدید کا کوئی علم اس عظیم الشان علم کا مقابلہ نہیں کرتا۔

انہی اصولوں پر نظر رکھتے ہوئے بعد کے فقہاء نے بہت سے فروعی مسائل مستنبط فرمائے۔ اور یوں علم فقہ علم اصول فقہ کے تحت پروان چڑھتا رہا۔ فقہاء کے بیان کیے ہوئے فروعی مسائل نہ صرف ان کے اپنے دور کی مشکلات کا حل پیش کرتے تھے بلکہ فقہ تقدیری کے عنوان کے تحت بہت سے ایسے مسائل بھی وضع کیے گئے جو ان کے اپنے دور سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ مستقبل میں ان کے پیش آنے کا امکان تھا۔

فقہاء کی بیان کی ہوئی فروعات بعد کے دور میں ایک نئی جہت کے ساتھ مرتب کی گئیں او وہ جہت یہ تھی کہ یہ فروعات لازماً کسی نہ کسی قاعدہ کے تحت آتی ہوں گی۔ یہی قواعد بعد میں ایک منظم شکل اختیار کر گئے اور انہیں ''علم قواعد فقہ'' کا نام دیا گیا۔

پیش نظر صفحات میں اسی علم کی ابتداء، ترویج و ترقی، تنظیم و ترتیب اور ان کے جمع وتدوین کے قدیم وجدید اسلوب کو موضوع بنایا گیا ہے۔ بلاشبہ اگر ان قواعد فقہیہ کو صحیح طور سے استعمال

کیا جائے تو یہ ایک منظم اجتہاد کی راہ کھول سکتے ہیں۔ متکلمین کا منہج اصول فقہ ہو یا حنفیہ کا، ان قواعد فقہ کی اہمیت دونوں گروہوں کے ہاں مسلّم ہے۔ نیز یہ کہ یہ قواعد فقہیہ کے لیے ذہنی وسعت کا باعث ہوتے ہیں اور رسوخ پیدا کرنے کا سبب ہوتے ہیں۔

قاعدہ کی لغوی تعریف

لغت میں قاعدہ کا معنی بنیاد اور اساس ہے۔ (۱) یہی وجہ ہے کہ گھر کی بنیادوں کو قواعد البیت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسماعیل﴾ (۲)

اور جس طرح امور حسیہ کے لیے قاعدے کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح معنوی امور کے لیے بھی قاعدے کا لفظ مستعمل ہے۔

قاعدہ کی اصطلاحی تعریف

علم فقہ میں قاعدہ کی تعریف کیا ہے اس کے بارے میں فقہاء کی بیان کردہ تعریفات میں سے چند درج ذیل ہیں:

> ''و نعنی بالقاعدة کل کلی هو أخص من الاصول وسائر المعانی العقلیة العامة و أعم من العقود وجملة الضوابط الفقهیة الخاصة'' (۳)

> ''هی عند الفقهاء حکم أكثري لا كلي، ينطبق على أكثر جزئياته، لتعرف احکامها منه'' (۴)

قاعدے کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہاں قاعدے کے ساتھ دو اور لفظ بھی مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ ضابطہ فقہیہ ۲۔ الاشباہ والنظائر

قاعدہ اور ضابطہ میں فرق

علامہ ابن نجیم قاعدۂ فقہیہ اور ضابطہ فقہیہ میں فرق بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''الفرق بين الضابط و القاعدة: أن القاعدة تجمع فروعاً من أبواب شتىٰ و الضابط يجمعها من باب واحد . هذ هو الأصل''(۵)

اسی فرق کی طرف علامہ سیوطیؒ اور علامہ سکیؒ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔(٦)

البتہ قاعدہ اور ضابطہ اس لحاظ سے مشترک ہے کہ وہ دونوں فقہی جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔

الاشباہ اور نظائر کا لغوی و اصطلاحی معنی

اشباہ جمع ہے شبہ کی۔ اس کے معنی ہم مثل کے ہیں (۷) لغت میں نظائر کا واحد نظیرۃ ہے۔ ابن منظور کا کہنا ہے کہ نظیرۃ اس مشابہت کو کہتے ہیں جو اشکال، اخلاق، افعال اور اقوال میں ہو۔(۸)

اصطلاح فقہ میں الاشباہ والنظائر کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

''المسائل التي يشبه بعضها بعضاً مع اختلافها في الحكم لأمور خفية أدركها الفقهاء بدقة انظارهم''(۹)

اس تعریف سے ظاہر ہے کہ علم الاشباہ والنظائر علم الفروق بین الفروع کے مترادف ہے۔

قواعد فقہیہ اور الاشباہ والنظائر کا تعلق

اگر مندرجہ بالا بحث پر غور کیا جائے تو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ علم قواعد فقہ اور علم الاشباہ والنظائر آپس میں دو طرح کا تعلق رکھتے ہیں۔

۱۔ جب بھی کوئی قاعدہ وضع کیا جاتا ہے تو اگر وہ کسی نص شرعی سے ماخوذ نہ ہو تو پھر لازماً وہ مسائل کے اشباہ و نظائر سے اخذ کیا جاتا ہے۔

۲۔ جب قاعدہ فقہیہ وضع کر لیا جاتا ہے تو پھر مسائل کے اشباہ و نظائر پر اس قاعدہ کو لاگو اور منطبق کر دیا جاتا ہے نیز فقہاء اکثر کتب قواعد فقہیہ کو الاشباہ والنظائر سے موسوم کر دیتے ہیں۔

علم قواعد فقہ کی بنیادیں

اگر ہم علم قواعد فقہ کی تاریخ کو اس کی قدیم بنیادوں سے تلاش کرنے کی کوشش کریں تو یقینا ہمیں اس بارے میں سب سے پہلی رہنمائی کتاب اللہ سے ملتی ہے۔

امام عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ اپنی کتاب ''تاویل مشکل القرآن'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ اگر مخاطب قرآن پاک کی آیت: ﴿خذ العفو و امر بالعرف واعرض عن الجاهلين ﴾ (۱۰) پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ آیت ایک مستقل قاعدہ بلکہ ایک سے زیادہ قواعد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔(۱۱)

اسی طرح امام قرطبی اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت شریعت کے مامورات اور منہیات کے بارے میں تین عظیم قاعدوں پر مشتمل ہے۔(۱۲)

قرآن پاک کی آیت: ﴿ليس على الضعفآء ولا على المرضىٰ ......ما على المحسنين من سبيل ﴾ (۱۳) کے ذیل میں امام بیضاوی لکھتے ہیں:

''و اى ليس عليهم ولا الى معاتبتهم سبيل و اما وضع المحسنين موضع الضمير للدلالة على انهم منخرطون فى سلك المحسنين غير معاتبين لذلك''(۱۴)

یہ آیت بھی امام بیضاوی کے قول کے مطابق اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ ہمیشہ ضعف اور اعذار والے لوگ شریعت کے جہاد و قتال کے احکام سے مستثنیٰ رہیں گے۔

اسی طرح علم تفسیر کی کتابوں میں قرآن پاک کی بہت سی آیات کو ایک مستقل قاعدہ فقہیہ کی حیثیت عطا کی گئی ہے۔

جس طرح قرآن پاک قواعد فقہیہ کی ایک مستقل بنیاد ہے اسی طرح حدیث رسول ﷺ بھی قواعد فقہیہ کے لیے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔اس موضوع پر بھی شاید سب سے پہلے جس شخصیت نے

توجہ کی وہ امام ابن قتیبہ (م۲۷۶ھ) ہیں، وہ اپنی کتاب ادب الکاتب میں لکھتے ہیں:

''ولا بدله من النظر فی جمل الفقه، ومعرفة اصوله: من حدیث رسول الله ﷺ و صحابته علیهم السلام كقوله: البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه، والخراج بالضمان و جرح العجماء جبار .... والمنحة مردودة، والعاریة موداة والزعیم غارم...... اشباه لهذا كثیرة، اذا هو حفظها، و تفهم معانیها و تدبرها اغنته باذن الله تعالیٰ عن كثیر من المسائل الفقه''(۱۵)

قواعد فقہیہ پر مشتمل چند حدیثیں

۱۔ انما الأعمال بالنیات۔(۱۶)

۲۔ البینته علی المدعی والیمین علی من انكر.(۱۷)

۳۔ الحلال بین والحرام بین و بینهما مشتبهات. (۱۸)

۴۔ من رأی منكم منكرا فلیغیره بیده فإن لم یستطع فبلسانه ....الی آخره. (۱۹)

۵۔ من سبق الیٰ مالم یسبقه الیه مسلم فهو له۔(۲۰)

قواعد فقہیہ کی تیسری بنیاد

قواعد فقہیہ کی تیسری بنیاد وہ قواعد ہیں جو فقہاء نے احادیث سے مستنبط اور ماخوذ کیے ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال ''الضرر یزال ''والا قاعدہ ہے۔ یہ قاعدہ فقہاء نے قرآن پاک کی آیت ﴿ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا ﴾(۲۱)اور حدیث ''لا ضرر ولا ضرار ''(۲۲) سے مستنبط کیا ہے۔

اسی طرح مندرجہ ذیل قواعد بھی احادیث شریفہ اور آیات قرآنیہ سے مستنبط نظر آتے ہیں۔(۲۳)

۱۔ المشقة تجلب التیسیر

۲۔ ما لا یستطاع الا متناع عنه فهو عفو

علمِ قواعدِ فقہ کی تاریخ (۲۴)

فقہِ اسلامی اور عہد بہ عہد اس کی ترقی پر جس شخص کی نظر ہے وہ بہ سہولت یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ یہ قواعد کسی ایک ہی دور میں بیک وقت مکمل نہیں ہو گئے بلکہ آہستہ آہستہ مختلف فقہی ادوار میں مختلف مسالک کے ائمہ وفقہاء کے ہاتھوں تکمیل پائے ہیں۔ پھر علماء کے درمیان متداول ہو کر اور بڑے بڑے فقہاء کے ہاں تجزیہ واستدلال کے انداز میں قلمبند ہو کر ان قواعد نے اپنی آخری اور موجودہ شکل اختیار کی۔

جس طرح اصول فقہ کی وضع میں سب سے پہلا نام حنفی ائمہ فقہ کا آتا ہے اسی طرح قواعد فقہیہ کی وضع میں بھی انہی کا نام سرِفہرست ہے۔

۱۔ سیوطی اور ابن نجیم کے مطابق امام محمد بن محمد ابو طاہر دباسؒ وہ پہلے شخص ہیں جن سے حنفی مذہب کے بعض قواعد روایت کیے گئے ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے سترہ اہم قواعد جمع کیے تھے۔ (۲۵)

۲۔ پھر قواعد فقہیہ پر باقاعدہ تصنیف کرنے والوں میں سب سے پہلا نام ابوالحسن کرخی (م ۳۴۰ھ) کا ہے۔ ان کے اس تصنیفی کام پر عمر بن احمد نسفی (م ۵۳۷ھ) نے تحقیقی کام کیا۔ اور انتیس قاعدوں پر مشتمل مجموعہ تیار کیا۔

۳۔ محمد بن حارث بن اسد خشنی (م ۳۶۲ھ) نے اپنی کتاب ''اصول الفتیا'' میں بھی کچھ قواعد ذکر کیے تھے۔

۴۔ قواعد فقہیہ پر عمدہ کام امام ابوزید دبوسی (م ۴۳۰ھ) کا بھی ہے۔ ان کی کتاب کا نام ''تاسیس النظر'' ہے۔ دبوسی نے چھیالیس قواعد ذکر کیے۔

شافعی فقہاء میں سے قواعد فقہیہ پر کام کرنے والوں میں قاضی حسین محمد بن احمد المروزی (م ۴۶۲ھ) شامل ہیں۔ انہوں نے شافعی فقہ کو چار قواعد کی طرف لوٹایا ہے۔

شافعیہ میں دوسرا قابل قدر نام امام عزالدین بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ) کا ہے۔

مالکیہ فقہاء میں سے امام قرافی (م۶۸۴ھ) کا نام قابل ذکر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی کتاب ''الفروق'' باوجود تنقیدات کے ایک قابل قدر ذخیرہ ہے۔ آپ کی دوسری کتاب الذخیرہ بھی ہے۔ اسی کتاب پر محمد ابراہیم بقوری (۷۰۷ھ) نے ''ترتیب فروق القرافی'' لکھی۔ یہ کتاب بھی الفروق کے مسائل کو سمجھنے کے لیے ایک مستقل ذریعہ ہے۔ الاشباہ والنظائر سے موسوم قواعد فقہیہ کی کتابوں میں علامہ جلال الدین سیوطی، ابن نجیم اور علامہ سبکی کی کتب قابل ذکر ہیں۔

شیعہ امامیہ جعفریہ میں سے بظاہر سب سے پہلے کتاب علامہ الحلی نے لکھی اس کتاب کا نام ''القواعد'' ہے۔ سن وفات ۷۲۴ھ ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد مقری (م۷۸۵ھ) کی کتاب ''القواعد'' بارہ سو قواعد پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کے عبارات کے قواعد جن کی تعداد ۴۰۴ ہے، پر احمد بن عبداللہ نے جامعہ ام القریٰ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

فقہی قواعد کی تاریخ جب آٹھویں صدی ہجری پر پہنچتی ہے تو دو نام بڑے واضح حیثیت والے ہیں۔ پہلا نام مشہور شافعی فقیہ محمد بہادر بن عبداللہ زرکشی (م۷۹۴ھ) کا ہے۔ ان کی کتاب ''المنثورات فی القواعد'' ہے۔ ڈاکٹر تیسیر فائق نے اس پر تحقیق کی ہے۔ اس صدی کا دوسرا اہم نام ابن رجب حنبلی کا ہے۔ ان کا سن وفات ۷۹۵ھ ہے۔ آپ کی کتاب ''القواعد حنابلہ'' کے قواعد پر ایک معتمد مصدر ہے۔

دسویں صدی ہجری میں قواعد فقہیہ پر ایک اہم کام امام عبدالوہاب شعرانی (م۹۷۳ھ) کا ہے۔ آپ کی کتاب کا نام ''المقاصد السنیہ فی القواعد الشرعیۃ'' ہے۔ اس میں زرکشی کے قواعد کا اختصار ہے۔

اس کے بعد قواعد فقہیہ کی تاریخ میں مختلف اہم کتابیں سامنے آتی رہیں۔ بعض میں تفصیل تھی اور بعض میں اختصار تھا۔

قواعد فقہیہ پر زمانہ قریب میں سب سے قابل قدر کام ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' ہے جو ترکی

کے آل عثمان خاندان نے اپنی نگرانی میں کروایا تھا۔ اس مجلّہ کو ترکی میں قانونِ وضعی کا درجہ حاصل تھا۔ اس مجلہ کی مختلف شروحات بھی علماء نے تحریر فرمائی ہیں جن میں سے بعض مبسوط اور بعض مختصر ہیں۔ معاصر فقہی دور میں بھی قواعد فقہیہ پر کام کرنے والوں کے نام موجود ہیں۔ ان میں شیخ محمد مصطفی زرقاء اور الاستاذ وھبہ ذہیلی کا نام قابل ذکر ہے۔

علم قواعد کی اہمیت

علم قواعد فقہ علوم شرعیہ میں سے ایک اہم علم ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں محققین وفقہاء کی آراء مندرجہ ذیل ہیں۔

امام سرخسی لکھتے ہیں کہ

''من احکم الاصول فھما و درایة ، تیسر علیه تخریجھا''(۲۶)

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ

''ھی اصول الفقه فی الحقیقة، و بھا یرتقی الفقیه الی درجة الاجتھاد و لو فی الفتویٰ''(۲۷)

اس موضوع کی اہمیت کے بارے میں سب سے مفصل مفید اور اہم بیان امام قرافیؒ کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''و ھذہ القواعد مھمة فی الفقه ، عظیمة النفع ، و بقدر الاحاطة بھا یعظم قدر الفقیه و یشرف ، و یظھر رونق الفقه و یعرف و تتضح مناھج الفتاویٰ و تکشف .....و من جعل یخرج الفروع بالمناسبات الجزئیة دون القواعد الکلیة ، تناقضت علیه الفروع واختلفت ، و تزلزلت خواطرہ فیھا واضطربت ، وضاقت نفسه لذلک و قنطت ، واحتاج الی حفظ الجزئیات الی لا تتناھی ، و انتھی العمر ولم تقض نفسه من طلب مناھا، و من ضبط الفقه بقواعدہ استغنی عن حفظ اکثر

الجزئيات لا ندرا جها في الكليات ، واتحد عنده ما تناقض عند غيره و تناسب ، وأجاب التاسع البعيد و تقارب و حصد لبته في اقرب الازمن ، وانشرح صدره لم اشرق فيه من البيان فبين المقامين شأوبعيد، و بين المنزلتين تفاوت شديد'' (۲۸)

امام تاج الدین سبکی اس فن کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جو شخص تحقیق کا طالب ہو اور وہ چاہے کہ وہ تصور و تصدیق میں اعلیٰ مقام حاصل کرے اسے چاہیے کہ احکام کے قوعد کو مضبوط کرے تاکہ وہ ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کر سکے اور اجتہاد کے وقت اس کی طرف لوٹ سکے۔ چنانچہ ایسا کرنا اسے فروعات کی کثرت سے بے نیاز کرے گا۔ اور اس کا ذہن ایسے فوائد کے حصول میں مضبوط ہو جائیگا جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ نیز اگر دو مسائل آپس میں متعارض ہوں اور طالب علم کا ذہن ان دونوں کو جمع کرنے سے قاصر ہو تو ایک صحیح ذہن والے شخص کی یہی رائے ہوگی کہ وہ قواعد کو حفظ کرے اور مآخذ کو سمجھ لے'' (۲۹)

ان اقوال کی روشنی میں قواعد فقہ کی اہمیت کو درج ذیل نکات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اصول میں مضبوطی پیدا کرنا فقیہہ کے اندر فقاہت کا ملکہ پیدا کرتا ہے اور اسے تخریج اور تنظیر کے قابل بناتا ہے۔

۲۔ قواعد فقہ کا علم حاصل کرنا فقیہہ کو بہت سے مسائل یاد کرنے میں مدد دیتا ہے اور بہت سے ایسے احکام کو بغیر کسی مرجع کے یاد کرنے کے قابل بناتا ہے جن کے لیے قاعدہ ایک وسیلے کا کام دیتا ہے۔

۳۔ وقت کی تنگی اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے انسان فروعات کو یاد نہیں کر سکتا۔ قواعد فقہیہ کم وقت میں زیادہ فروعات کے استحضار کا سبب بنتے ہیں۔

المختصر یہ کہ قواعد فقہ کو اگر اصول فقہ کے ساتھ ملا کر یاد کیا جائے تو اس سے فقہیہ کی فقاہت مزید مضبوط ہوتی ہے۔ ایک طرح کے مسائل میں فرق کر لیتا ہے اور مختلف قسم کے مسائل کو ایک قاعدہ

کے تحت داخل کر لیتا ہے۔(۳۰)

قواعد فقہیہ کی تعداد

قواعد فقہ کے لیے کوئی عدد متعین کرنا ایک مشکل کام ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی ایک کتاب کے قواعد کو شمار کیا جا سکے۔ چنانچہ ذیل میں چند اہم کتب میں موجود قواعد کی تعداد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (۳۱)

۱۔ امام کرخی کا رسالہ ۳۶ قواعد پر مشتمل تھا۔

۲۔ امام دبوسی نے ۸۶ قاعدوں کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ معاصر عالم شیخ عمیم الاحسان نے اپنی کتاب ''القواعد الفقهية'' میں ۴۲۶ قاعدوں کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ امام مقری اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۲۰۰ قواعد لکھنے کا ارادہ کیا ہے۔

۵۔ ابن رجب کی کتاب ۱۶۰ قواعد پر مشتمل ہے۔

۶۔ امام سرخسی کی کتاب المبسوط تقریباً ۱۰۰۰ قواعد سمیٹے ہوئے ہے۔

۷۔ ان کی دوسری کتاب شرح السیر الکبیر ۲۰۰ قواعد پر مشتمل ہے۔

۸۔ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب میں ۴۰۰ قواعد کا ذکر کیا ہے۔

یہ ایک نہایت مختصر سا جائزہ ہے اگر مذاہب میں سے کسی مذہب کی کسی کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو اس سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ وہ کس قدر قواعد پر مشتمل ہے۔

قواعد فقہیہ کے بیان میں تعلیل و تاصیل کا طریقہ

تعلیل کی تعریف

تعلیل بالقواعد کا معنی یہ ہے کہ قواعد کا ذکر کسی مسئلہ کی علت بیان کرتے ہوئے کیا جائے یعنی جب قاعدہ کسی مسئلے کے لیے علت کا کام دے۔(۳۲)

اس طریقہ کے مطابق قواعد کا مخزن فقہ حنفی کی مندرجہ ذیل کتب ہیں۔

۱۔ امام محمد کی کتب ظاہر الروایہ وغیرہ

۲۔ امام طحاوی کی کتب شرح معانی الآثار اور اختلاف الفقہاء وغیرہ

۳۔ امام ابوالحسن سعدی (م۴۶۱ھ) کی کتاب ''النتف فی الفتاوی''

۴۔ امام سرخسی کی کتاب المبسوط اور شرح السیر الکبیر

۵۔ الفتاویٰ الخانیہ جو امام حسن بن منصور اوز جندی کی تصنیف ہے کہ وہ قاضی خان کے نام سے مشہور ہیں۔

۶۔ امام ابوبکر المرغینانی کی کتاب الھدایہ

تأصیل کی تعریف

تأصیل کی تعریف یہ ہے:

''البدء بالقواعد ثم ذکر الفروع التابعة لها''(۳۳)

جب علتیں مستحکم ہوگئیں اور کتب فقہ میں ان کا ذکر کثرت سے ہونا لگا تو فقہاء نے قواعد فقہ کے لیے ایک نیا طریقہ اختیار کیا وہ طریقہ یہ تھا کہ اولاً ایک قاعدے کا ذکر کیا جائے اور پھر اس کے تحت مسئلہ کو حل کیا جائے، یہ قاعدہ عموماً فقہی ابواب کے شروع میں ذکر کیا جاتا تھا۔ اس طریقہ کو تأصیل المسائل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اس طریقہ کار کی ابتداء کس نے کی، اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی۔ البتہ یہ بات حتمی ہے کہ امام محمدؒ کی کتاب ''الجامع الکبیر'' چونکہ حنفی مذہب کی بنیادی کتب میں سے تھی، اس لیے فقہاء اور ائمہ نے اس کتاب کی توضیح وتشریح پر خوب توجہ دی اور اس کی متعدد مختصر اور مبسوط شروح لکھیں۔ یہی شروح تأصیل کے طریقہ کی بنیاد بنیں۔ امام ابوبکر جصاص نے ''الجامع الکبیر'' کی جو شرح لکھی وہ غالباً تأصیل کے طریقہ پر لکھی جانیوالی پہلی کتاب تھی۔ تأصیل کے طریقہ پر لکھی جانے والی کتب میں غالب تعداد الجامع الکبیر کی شروحات کی ہے۔

۱۔ شرح الجامع الکبیر، امام ابوبکر جصاص (م ۳۷۰ھ)

۲۔ شرح الجامع الکبیر، امام اسبیجابی (م ۴۸۰ھ)

۳۔ شرح الجامع الکبیر، امام خواہرزادہ (م ۴۸۳ھ)

۴۔ شرح الجامع الکبیر، امام ابن مازہ (م ۵۳۶ھ)

۵۔ نکت الجامع الکبیر، امام کرمانی (م ۵۴۳ھ)

۶۔ شرح الجامع الکبیر، امام علاء الدین سمرقندی (م ۵۵۲ھ)

۷۔ شرح الجامع الکبیر، امام عتابی (م ۵۸۶ھ)

۸۔ شرح الجامع الکبیر، امام ہاشمی (م ۶۱۶ھ)

تاصیل کی چند مثالیں

چونکہ پیچھے ذکر ہوا کہ تاصیل کا طریقہ زیادہ تر الجامع الکبیر کی شروحات میں پایا جاتا ہے اور اس کتاب کی اکثر شروحات گردش زمانہ کی نظر ہوگئیں۔ لہٰذا ہم کچھ مثالیں امام سمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہاء سے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ "باب ضمان الراکب، و من کان فی معناہ، اصل الباب : ان السیر فی مک نفسه مباح مطلق، السیر فی طریق المسلمین مأذون، بشرط السلامة، فما تولد من سیر من تلفٍ مما یمکن الاحتراز عنه، فهو مضمون وما لا یمکن الاحتراز عنه، فلیس بمضمون، اذ لو جعلنا ہ مضمونا، لصار ممنوعا عن الیسر، و هو مأذون

و اذ ثبت هذا فنقول

من سارت دابته فی طریق المسلمین، و هو راکب علیها، أو قائد، أو سائق فوطئت دابته رجلا بیدها او برجلها، أو کدمت، او صدمت بصدرها أو خبطت بیدها، فهو ضامن، لانه یمکن الاحتراز

عنہ ...... (۳۴)

۲۔ باب الرجوع عن الوصية : أصل الباب : ان الرجوع فی الوصية صحيح، لانه تبرع لم يتم ، لان القبول فيه بعدالموت، فيملك الرجوع، كالرجوع عن الايجاب فی البيع قبيل القبول .

و اذ ثبت انه يصح الرجوع فيه ، فكل فعل يوجد من الموصی ، فيه دلالة على تبقية الملک لنفسه ، يكون رجوعا . و كل فعل يدل على ابقاء العقد و تنفيذ الوصية : لا يدل على الرجوع''(۳۵)

قواعد کا تجزیاتی و تحلیلی مطالعہ

نوعیت اور موضوع کے اعتبار سے قواعد کی درج ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ اصلی قواعد

۲۔ وہ قواعد جو مختلف اقسام کے ابواب فقہیہ کے درمیان مشترک ہیں۔

۳۔ وہ قواعد جو ایک ہی قسم مثلاً عبادات یا معاملات کے فقہی ابواب کے درمیان مشترک ہیں۔

۴۔ وہ قواعد جو فقہ کے ایک باب کے ساتھ مخصوص ہیں۔

ایک دوسری تقسیم کے اعتبار سے قواعد کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ اصولی قواعد ۲۔ کلامی قواعد

۳۔ لغوی قواعد ۴۔ فقہی قواعد

کلی اصولی قواعد

امام عزالدین ابن عبدالسلام نے تمام فقہی قواعد وفروعات کوتو دوقاعدوں کی طرف لوٹایا ہے۔ ۱۔جلب منفعت ۲۔دفع مضرت۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اصل چیز جلب منفعت ہی ہے۔ یوں تمام فقہی قواعد ایک ہی قاعدہ جلب منفعت کے تحت آ جاتے ہیں۔(۳۶)

بعض علماء نے اصل قواعد چار، بعض نے پانچ اور بعض نے چھ قرار دیئے ہیں۔

مروزی نے فقہ شافعی کا مآخذ درج ذیل قواعد بیان کیے ہیں۔

۱۔ الیقین لا یزول بالشک

۲۔ المشقة تجلب التسیر

۳۔ الضرر یزال

۴۔ العادة محکمة

ابن السبکی نے ان چار قواعد کے ساتھ ایک پانچویں قاعدہ کا اضافہ کیا ہے۔

۵۔ الامور بمقاصدھا (۳۷)

سیوطی نے بھی انہی پانچ قواعد کا ذکر کیا ہے۔(۳۸) ابن نجیم نے سبکی کے بیان کردہ قاعدہ کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ لا ثواب الا بالنیة ۲۔ الامور بمقاصدھا (۳۹)

وہ قواعد جو مختلف قسم کے فقہی ابواب کے درمیان مشترک ہیں

اس سے مراد ایسے کلی قواعد ہیں جو ایک باب کیساتھ خاص نہیں ہیں۔امام کرخی نے اس نوع کے تحت انتالیس قواعد ذکر کیے ہیں یہ تمام قواعد مختلف الانواع ہیں۔چند قواعد درج ذیل ہیں۔

۱۔ اصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے اُمور درستگی وصلاح پر محمول ہوں گے۔یہاں تک کہ اس کے خلاف ظاہر ہو جائے۔

۲۔ اصل یہ ہے کہ حال وموقع کی دلالت بھی ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ الفاظ کی دلالت ہوتی ہے۔

۳۔ اصل یہ ہے کہ سوال اور خطاب میں عمومی اور غالب مفہوم کا اعتبار ہوگا۔شاذ ونادر مفہوم کا نہیں۔

۴۔ اصل یہ ہے کہ حقوق اللہ میں تو احتیاط کا پہلو اختیار کرنا درست ہے لیکن حقوق العباد میں یہ درست نہیں ہے۔(۴۰)

ابن سبکی نے اپنی کتاب کی دوسری نوع کو اس قسم کے قواعد کے لیے خاص کیا ہے۔انہوں نے اس قسم کے تحت اڑتیس قواعد ذکر کیے ہیں۔چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اذا بطل الخصوص بقی العموم

۲۔ درء المفاسد اولی من جلب المصالح

۳۔ مااجتمع الحلال والحرام الاوغلب الحرام الحلال (۴۱)

زرکشی نے المنثور میں قواعد کو حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کیا ہے۔چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ إذا تعارض الواجب والمحظور يقدم الواجب (۴۲)

۲۔ الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد (۴۳)

۳۔ حقوق الله تعالیٰ مبنية على المسامحة (۴۴)

نیز زرکشی نے موضوعات کے اعتبار سے بھی قواعد ذکر کیے ہیں۔مثلاً

۱۔ الاباحة اس موضوع کے تحت مباحث کی تعداد نو ہے۔ (۴۵)

۲۔ التوبة اس کے تحت مباحث کی تعداد نو ہے۔ (۴۶)

۳۔ الشک اس موضوع کے تحت گیارہ مباحث آتے ہیں۔ (۴۷)

سیوطی کے ہاں ایسے قواعد کی تعداد چالیس ہے۔(۴۸)

سب سے آخر میں حنفی فقہ کے مشہور عالم فقیہ النفس زین الدین ابن نجیم نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں دوسری قسم کے تحت ایسے انیس قواعد کا ذکر کیا ہے جو فقہ کے مختلف ابواب سے متعلق ہیں۔(۴۹)

ایک ہی قسم کے مختلف فقہی ابواب کے درمیان مشترک قواعد

اگرچہ قواعد کی کتابوں میں مستقل طور پر کوئی ایسی فصل قائم نہیں کی گئی جو ایک ہی قسم کے ابواب کی فروع کے درمیان مشترک قواعد پر مشتمل ہو۔مثلاً عبادات، مالی معاملات، الاحوال الشخصیة وغیرہ۔تاہم اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ایک ہی قسم کے مختلف ابواب کے درمیان مشترک قواعد ان

کتابوں سے نکالے جا سکتے ہیں۔

عبادات سے متعلق قواعد

۱۔ جو چیزیں محض عبادت ہوتی ہیں ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (۵۰)

۲۔ اسلام ماقبل کے کاموں کو ختم کر دیتا ہے۔ (۵۱)

۳۔ وہ فضیلت جو نفسِ عبادت سے متعلق ہو، اس فضیلت سے بہتر ہے جو مکان عبادت سے متعلق ہو۔ (۵۲)

۴۔ کسی شخص نے ایک عبادت اس کے وجوب کے وقت میں یہ سمجھتے ہوئے کی کہ مجھ پر یہ عبادت واجب ہے۔ پھر بعد میں معلوم ہوا کہ مجھ پر دوسری عبات واجب تھی تو اس وقت ادا کی ہوئی عبادت واجب عبادت کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ (۵۳)

مالی معاملات سے متعلق قواعد

۱۔ ہر عقد فاسد جس میں اجرت طے ہوئی ہو اس کے اندر اجرت، اجرت مثل کی طرف لوٹا دی جائے گا۔ (۵۴)

۲۔ عقود کی صحت کی بنیاد فائدہ پر ہے، جس عقد میں فائدہ نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ (۵۵)

۳۔ نفع ذمہ داری کے حساب سے ہوتا ہے۔ (۵٦)

کسی ایک فقہی باب سے تعلق رکھنے والے قواعد

ایسے قواعد کا استخراج بہ نسبت ان قواعد کے استخراج سے آسان ہوتا ہے جو مختلف ابواب سے متعلق ہیں کیونکہ ایک ہی باب سے تعلق رکھنے والے قواعد کے لیے پورے فقہی ذخائر کا تتبع ضروری نہیں ہوتا۔

ابتدا میں فقہاء اس قسم کے قواعد کے ذکر کا اہتمام نہیں کرتے تھے جیسا کہ ہم اس سے قبل تأصیل کے تحت ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن بعد کے فقہاء نے ان قواعد کے ذکر کا اہتمام کیا۔ چنانچہ ابن السبکی، ابن نجیم اور سیوطی میں سے ہر ایک نے اپنی کتابوں میں اس نوع کے قواعد کے لیے خاص ابواب

متعین کیے ہیں۔ان کے علاوہ قرافی، زرکشی اور ابن رجب نے بھی اس نوع کے قواعد ذکر کیے ہیں۔ تاہم ان کی کتابوں میں یہ قواعد مشترک ہیں۔چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

الف۔ جس شخص نے کوئی چیز اپنے کو اذیت سے بچانے کے لیے تلف کر دی وہ شخص اس چیز کا ضامن نہ ہوگا۔اور اگر اس کے ذریعہ اذیت دفع کرنے کے لیے اسے تلف کر دیا تو ضامن ہوگا۔

ب۔ ہر ایسا عقد جو صحیح ہونے کی صورت میں قابل ضمان ہوتا ہو فاسد ہونے کی صورت میں بھی اس میں ضمان ہوگا، اس کے برعکس ہر وہ عقد جس کے صحیح ہونے میں ضمان واجب نہیں ہوتا، اس کے فاسد ہونے میں بھی ضمان واجب نہیں ہوگا۔

ج۔ کسی شخص نے کوئی جان ہلاک کر دی یا کسی عبادت کو فسخ کر دیا، کسی ایسے نفع کی وجہ سے جو اس کی ذات کو پہنچتا ہو ضمان نہیں ہوگا لیکن اس کا نفع اگر کسی دوسرے کو پہنچتا ہو تو ضمان ہوگا۔(۵۷)

قواعد کی ایک دوسری تقسیم

اصولی قواعد

اصولی قواعد سے مقصود ایسے قواعد ہیں جو اصول فقہ کے مباحث پر مشتمل ہوتے ہیں۔وہ ان اصولوں پر حاکم ہوتے ہیں اور ان کو منضبط کرتے ہیں۔ایسے قواعد امام کرخی، قرافی، ابن السبکی، زرکشی، سیوطی اور ابن نجیم نے بیان کیے ہیں۔

۱۔ فرض عین وہ ہے کہ جس کی تکرار سے اس کی مصلحت کی بھی تکرار ہوتی ہے اور فرض کفایہ وہ ہے کہ جس کی تکرار سے اس کی مصلحت کی تکرار نہیں ہوتی۔(۵۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا حق اس کے اوامر و نواہی ہیں۔لیکن بندہ کا حق اس کے مصالح ہیں۔(۵۹)

۳۔ اجتہادی مسائل میں حاکم کا فیصلہ اختلاف کو ختم کر دے گا۔(۶۰)

ابن السبکی نے بھی اپنی کتاب کی پانچویں قسم ان اصولی مسائل کے لیے مخصوص کی ہے جن سے فقہی فروعات نکلتی ہے۔

زرکشی نے بھی اپنی کتاب میں بہت سے اصولی قواعد ذکر کیے ہیں۔سیوطی نے اور ابن نجیمؒ

نے بھی اپنی اپنی تصنیفات میں اصولی قواعد ذکر کیے ہیں۔

۱۔ اجتہاد کسی دوسرے اجتہاد سے نہیں ٹوٹتا۔(۶۱)

۲۔ امام کا رعایا پر تصرف کرنا مصلحت کے ساتھ مربوط ہے۔(۶۲)

۳۔ نفل فرض سے زیادہ وسیع ہے۔(۶۳)

۴۔ شریعت کی دی ہوئی سہولتیں شک کے ساتھ حاصل نہیں ہوتیں۔(۶۴)

کلامی قواعد

ایسے کلامی قواعد جن پر فقہی فروعات مبنی ہوں، کا ذکر ڈاکٹر جمال الدین عطیہ کے مطابق سب سے پہلے ابن السبکی نے کیا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ سعادت اور شقاوت بدلتی نہیں ہیں۔(۶۵)

۲۔ حسن وقبح شرعی ہوتے ہیں، عقلی نہیں، معتزلہ عقلی مانتے ہیں۔(۶۶)

۳۔ حلت وحرمت، پاکی وناپاکی اور دیگر تمام شرعی معانی اعیان کی صفات میں سے نہیں ہیں۔(۶۷)

لغوی قواعد

لغوی قواعد کو بھی علم فقہ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب اصول فقہ میں حروف معانی سے مستقل بحث کی جاتی ہے۔

ابن السبکی نے اپنی کتاب میں اصولی اور کلامی قواعد کے بعد ایک مستقل قسم لغوی قواعد کے لیے قائم کی ہے۔ مثلاً وہ قواعد جو ف۔ فی، ثم، اذا، الا، بعد، بلی، حتی، کاد، کم، کذا، کیف، لولا، ل اور من سے متعلق ہیں۔(۶۸)

قواعد فقہ میں جدید اسلوب

قواعد فقہ کی درج بالا بحث سے یہ بات بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ فقہاء نے اصول فقہ کے تناظر میں قواعد کو مستقل اہمیت دی ہے اور اسے ایک مستقل فن کی شکل دی ہے۔ قرافی کے حوالے سے یہ بات بھی پیچھے ذکر ہوئی کہ اصول فقہ کے دو حصے ہیں ان میں سے ایک حصہ قواعد فقہ پر مشتمل ہے۔

دور جدید میں علوم اسلامیہ کی تدوین وترتیب میں اجتہادی اسلوب نمایاں ہو کر سامنے آیا۔ اس باب میں فقہ خاص طور پر متاثر ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ملکوں اور ریاستوں میں مغربی استعمار کے اثرات نے قوموں کے علمی ذخیرے کو متاثر کرنا شروع کیا۔ نیز چونکہ متعدد مسلم ممالک مغربی تسلط کے زیرِ اثر رہے لہٰذا ان علاقوں میں مغربی قانون اور اس کی نظریاتی ترتیب بہت حد تک لاگو رہی۔ نیز یہ کہ استشراق کے زیرِ اثر علم اصول تحقیق نے یہ تاثر دینا شروع کیا کہ باہم مقابل چیزوں کا آپس میں تقابل کیا جائے اور چیزوں کے محاسن کو بغیر کسی مذہبی، مسلکی، اور فکری تاثر کے قبول کی جائے۔

یہ وہ اسباب تھے جن کے تحت علوم کو از سر نو مرتب کیا گیا اور ترتیب وتدوین کی نئی راہیں اختیار کی گئیں۔ اسلامی قانون یا قانون شریعت اپنا ایک خاص مزاج رکھتا ہے۔ وہ فلسفی طریقہ استدلال و استنباط کے تحت ایک پیچیدہ علم ہے۔ اس میں مسائل کی وہ آسان ترتیب نہیں پائی جاتی جو مغربی قانون میں ملتی ہے۔ لہٰذا دور جدید کے مفکرین اور خصوصاً فقہاء نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ اسلام کے اصول قانون (Jurisprudence) اور فقہ (Law) کو بھی مغربی قانون کی ترتیب کے مطابق مدون کیا جائے تا کہ قانون کی تعلیم پانے والے حضرات اس سے عملی استفادہ کر سکیں۔ نیز نظری طور پر مغربی قوانین سے اس کا تقابل بھی کر سکیں۔

قواعد فقہ کے ذیل میں اس جدید ترتیب کی ابتداء ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' سے ہوتی ہے جو عثمانی سلاطین کے دور میں قانون وضع تھا۔ بعد کے آنے والے علماء نے اس مجلّہ پر اپنے اپنے طور پر تحقیقی کام کیا۔

عرب دنیا کے ممتاز علماء میں سے ایک نام الشیخ مصطفیٰ احمد زرقاء کا بھی ہے۔ آپ ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد الشیخ محمد زرقاء اپنے دور میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔ شیخ مصطفیٰ زرقاء نے علم فقہ کو جدید انداز میں مرتب کیا۔ آپ کی کتاب ''المدخل الفقہی العام'' دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک حصہ ''الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید'' ہے۔

شیخ مصطفیٰ زرقاء نے اپنی اس کتاب المدخل کے آخری حصہ کو قواعد فقہ کے لیے مخصوص کیا ہے۔

قواعد کلیہ پر شیخ مصطفیٰ الزرقاء کے کام کا مختصر جائزہ

مصنف مذکور نے قواعد فقہیہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس فن پر تصنیف وتالیف میں حنفی مکتبہ فکر کو تقدم حاصل ہے۔ ان کے نزدیک اس فن پر کام کرنے والوں میں حنفیہ کے بعد شافعیہ، ان کے بعد حنابلہ، پھر مالکیہ اور آخر میں علماء شیعہ کا نام آتا ہے۔ (۶۹) جبکہ ڈاکٹر جمال الدین عطیہ اس فن کی تاریخ لکھتے ہوئے اس مذکورہ بیان کی ہوئی ترتیب پر نقد کرتے ہیں۔ ان کے ہاں احناف، پھر شوافع، پھر مالکیہ، پھر شیعہ اور آخر میں حنابلہ کا نام آتا ہے۔ (۷۰)

قواعد فقہ کی تاریخ کے بیان میں شیخ کی ایک دوسری بات بھی نہایت اہم ہے وہ زمانہ قریب کی دو کتابوں کو قواعد فقہ میں عمدہ اور اتمامی کام قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب ''محمد ابوسعید الخادمی'' کی ''مجامع الحقائق'' ہے۔ جس میں مصنف نے ۱۵۴ قاعدے حروف تہجی کی ترتیب سے ذکر کیے ہیں۔ (۷۱) دوسری کتاب یہی ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' ہے۔

تاریخ قواعد فقہ کے بیان میں مصنف نے اپنے والد کی شرح کا ذکر بھی کیا ہے جو انہوں نے ''مجلۃ الاحکام العدلیۃ'' کے لیے لکھی تھی۔ وہ اس شرح کو مجلّہ کی سب سے وسیع شرح قرار دیتے ہیں۔ (۷۲)

مصنف لکھتے ہیں کہ مجلّہ الاحکام العدلیہ میں قواعد کے بیان میں تنظیم وترتیب نہیں ہے۔

> ''وان لجنة المجلة لم تصنف هذه القواعد ولم تراع التناسب والتناسق فی عرضها ، بل سردها سردا غیر مرتب ، تفرقت و تباعدت فیه القواعد المتقاربة أو المتداخلة فی المعنی والموضوع''(۷۳)

یعنی مجلۃ الاحکام العدلیہ میں قواعد کے درمیان منطقی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ پھر اس کی مثال دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مثلاً چار درج ذیل قواعد ایک دوسرے سے گہری مناسبت رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں علیحدہ علیحدہ متفرق طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ چار قواعد درج ذیل ہیں۔

۱۔ ۶۰ اعمال الکلام اولا من اهماله (۷۴)

۲۔ ۱۲ الاصل فی الکلام الحقیقة (۷۵)

۳۔ ۶۱ اذا تعذرت الحقیقة یصار الی المجاز (۷۶)

۴۔ ۶۲ اذا تعذر اعمال الکلام یھمل (۷۷)

مصنف مذکور لکھتے ہیں کہ قواعد فقہیہ پر میرا یہ کام بنیادی طور پر مجلّہ کے قواعد کو ترتیب و تنظیم کا رنگ دینا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''لذلک صرفت لنظر عن التوسع فی شرح ھذہ القواعد ورأیت ان اجتزی الآن بعرض نصوصھا مصنفة و مرتبة ترتیبا جدیداً ، مع توضیح لبعضھا بتفسیر یسیر ، وذکر بعض امثلة من فروع کل قاعدة تشیر إلی تطبیقیھا الفقھی ''(۷۸)

مصنف نے علم قواعد فقہ کی اہمیت بھی مختصرا بیان کی ہے۔ اس تناظر میں مصنف کی یہ بات بہت اہم ہے کہ یہ قواعد اغلبی ہیں۔ یعنی اکثر اوقات فروعات میں قواعد صحیح منطبق ہو جائیں گے لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوگا کہ ایک ہی فرع میں دو قاعدے باہم متصادم ہوں گے۔ (۷۹)

مصنف نے ''مجلة الاحکام العدلیہ'' کی ایک قیمتی شرح ''الفوائد البھیة فی القواعد والفوائد الفقھیة'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ (۸۰)

قاعدہ کی تشریح وتوضیح میں مصنف کا طریقہ کار

مصنف قواعد کی ابتداء سے پہلے لکھتے ہیں کہ میں نے اساسی اور ثانوی قواعد کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔ تاکہ طالب فقہ ہر قاعدے کی اہمیت معلوم ہو۔ چنانچہ مصنف نے چالیس اساسی قواعد بیان کیے ہیں اور انسٹھ (۵۹) فرعی قواعد بیان کیے ہیں۔ اور ان میں ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔ چنانچہ عام حقوق سے متعلق قواعد پہلے بیان کیے ہیں۔ اور اثبات شے سے متعلق قواعد سب سے آخر میں بیان کیے ہیں۔ (۸۱)

پھر مصنف نے ان قواعد کے بعد کچھ دیگر قواعد کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ قواعد پہلے بیان

کیے گئے قواعد کی نسبت اس لحاظ سے مختلف ہیں کہ میں نے اسے متفرق کتب سے خا   کیا ہے۔ اگر چہ اس جگہ مصنف کے بیان کیے ہوئے بعض قواعد ایسے بھی ہیں جو ابن نجیم اور سیوطی کے ہاں مرکزی ایت کے حامل ہیں۔ مثلاً

''الأصل فی الاشیاء الاباحۃ''(٨٢)

قواعد کی تشریح وتوضیح میں مصنف کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پہلے ایک قاعدہ ذکر کرتے ہیں پھر اس قاعدہ کا استدلال قرآن وحدیث سے کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے یہ بات گذر چکی ہے کہ بعض قواعد بعینہ الفاظ حدیث ہوتے ہیں۔ یا کم از کم حدیث سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ مصنف نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ قواعد کا ماخذ بیان کر دیا جائے۔

مثلاً قاعدہ ''لاضرر ولاضرار'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''هذه القاعدة بلفظها نص حديث نبوی فی رتبة الحسن ، رواه مالک فی الموطأ، وأخرجه ابن ماجه والدار قطنی فی سننيهما''(٨٣)

اس کے بعد مصنف قاعدہ کی تشریح بہت آسان الفاظ میں کرتے ہیں۔ بطور مثال مصنف قاعدہ ''الاصل اضافة الحادث الی اقرب او قاته'' کے تحت لکھتے ہیں کہ بہت دفعہ احکام اس وجہ سے بدل جاتے ہیں کہ واقعہ یا حادثہ کی تاریخ میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر یہ فیصلہ نہ ہو پائے کہ یہ حادثہ کس وقت واقع ہوا تو اس حادثہ کے وقوع کو قریب ترین وقت پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی ایسا قریبی وقت کہ اس کے بعد حادثہ ممکن نہیں تھا۔ مصنف لکھتے ہیں کہ یہ اس لیے ہے کہ قریب ترین وقت پر دونوں طرف متفق ہیں۔ نیز قریب ترین وقت یقینی ہے اور بعد کا وقت مشکوک۔ البتہ اس قاعدہ کی مستثنیات بہت ہیں کیونکہ قریب ترین وقت پر محمول کرنے میں اگر کوئی دوسرا امر رکاوٹ ہو تو ایسی صورت میں یہ قاعدہ منطبق نہیں ہوگا۔(٨٤)

مصنف نے قواعد کی تشریح وتوضیح میں اپنے والد محترم کی شرح سے بہت مدد لی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد کی شرح واقعی قواعد کی تفہیم اور جامعیت میں بہت معاون ہے۔ چنانچہ یہ

قاعدہ کہ کسی خاموش کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جائیگا۔ لیکن جہاں بیان کی ضرورت ہو وہاں خاموش رہنا بیان ہی سمجھا جائے گا۔

مصنف اس قاعدے کی تشریح وتوضیح میں اپنے والد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنی مملوکہ چیز فروخت کرتے ہوئے پائے اور خاموش رہے تو ایسی صورت میں اس کی خاموشی بیان تصور نہیں ہوگی۔ (۸۵)

اسی طرح ان کے والد کی شرح بعض نئے قواعد کو بھی سمیٹے ہوئے ہے جو انہوں نے مختلف قواعد کے انضباط سے حاصل کیے ہیں۔ مثلاً قاعدہ ''الضرر لا یکون قدیما'' (۸۶) کے تحت لکھتے ہیں کہ اگر نقصان بہت عرصے سے چلا آ رہا ہو تو یہ اس بات کی علامت نہیں کہ وہ جائز ہے۔ جبکہ اس سے ماقبل کا بیان کیا ہوا قاعدہ کہ ''القدیم یترک علی قدمہ'' (۸۷) واضح کرتا ہے کہ کسی چیز کی قدامت سے استدلال ممکن ہے۔ یہ دونوں قواعد بظاہر متعارض ہیں۔ مصنف کے والد نے ان دونوں قواعد پر غور وفکر کرنے کے بعد ایک نیا قاعدہ ترتیب دیا ہے وہ یہ ہے:

''ما یمکن استحقاقه علی الغیر بأحد الاسباب المشروعة یعتبر قدمه والا فلا'' (۸۸)

یعنی ہر وہ چیز جس کے بارے میں دوسرے کے اوپر حق ثابت ہوسکتا ہو مشروعہ اسباب میں سے کسی ایک کے تحت وہاں قدامت کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ قدامت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ مصنف کے بیان کردہ قواعد اور انکی تشریح کسی ایک فقہی مسلک کے تحت نہیں ہے بلکہ مصنف نے قواعد کو مسلکی قیود سے جدا کرکے بیان کیا ہے پھر شرح میں مختلف مذاہب کی قیودات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً قاعدہ ''المواعید بصورة التعلیق تکون لازمة'' (۸۹) اس کے تحت لکھتے ہیں۔

''غیر ان الفقهاء الحنفیین لحظوا ان الوعد اذا صدر معلقاً علی شرط فانه یخرج عن معنی الوعد المجرد یکتسی ثوب الالتزام والتعهد فیصبح عندئذٍ ملزم لصاحبه'' (۹۰)

مصنف مذاہب پر تنقید بھی کرتے ہیں اور جہاں بھی کوئی قاعدہ کسی فقہی مسلک کے تحت تنگی پیدا کرتا ہو اس پر جرح بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور قاعدہ "الاجر و الضمان لا یجتمعان" (۹۱) کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ قاعدہ حنفیہ کی طرف منسوب ہے۔ دوسرے مذاہب فقہیہ اس کو قبول نہیں کرتے۔ پھر مصنف آگے چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر فقہائے حنفیہ اس قاعدے کو ضمان کے وقوع اور تحقق کے ساتھ خاص کر دیتے تو بہتر تھا۔ (۹۲)

مصنف کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے بعض مقامات پر معاصر ملکی اور مغربی قوانین کا بھی بطور تقابل ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مشہور قاعدہ "درء المفاسد أولیٰ من جلب المصالح" (۹۳) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس قاعدہ کے تحت شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی تجارت حرام ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ جدید قانون میں دھواں یا بدبودار چیزوں سے پڑوسیوں کو محفوظ رکھنا بھی اسی قاعدہ کے تحت آتا ہے۔ (۹۴) ایک قاعدہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ شریعت میں کسی پڑوسی کے گھر کی طرف کھڑکی کھولنا قانوناً ممنوع ہے۔ جبکہ جدید نافذ قانون میں ان شرعی ملحوظات کی رعایت نہیں کی گئی۔ (۹۵)

پھر مصنف مذکور نے بعض مقامات پر قواعد کے ذریعے موجودہ معاشرتی اور دیگر مسائل کا حل بھی پیش کیا ہے۔ چنانچہ قاعدہ "دلیل الشئ فی الامور الباطنة یقوم مقامه" (۹۶) کے تحت لکھتے ہیں کہ اس قاعدہ کے ذریعے سرکاری عہدوں پر فائز ہونے والے افسران کی مالی بدعنوانیاں بڑی حد تک واضح ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ جب ایک آدمی کو ایک عہدہ پر مقرر کیا گیا اور تقرر کے وقت اس کے پاس ایک متعین رقم تھی لیکن کچھ مدت کے بعد اس کے حساب میں غیر معمولی رقم آ گئی تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہوگی کہ لازماً اس نے یا تو خیانت کی ہے یا رشوت لی ہے۔ ہاں اگر اس کے پاس اس مالی زیادتی کی کوئی ٹھوس وجہ موجود ہو تو پھر یہ قاعدہ منطبق نہیں ہوگا۔ (۹۷)

مصنف نے قواعد کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے عام حقوق اور خاص حقوق کی بڑی عمدہ تقسیم کی ہے۔ چنانچہ قاعدہ "الضرر یدفع بقدر الامکان" کے تحت لکھتے ہیں کہ اجتماعی مصالح کے میدان میں جہاد کی مشروعیت اسی قاعدہ کی وجہ سے ہے اور سزاؤں کا اجراء اسی ضابطہ کے تحت ہے۔

جبکہ انفرادی یا خاص حقوق کے میدان میں حق شفعہ کی مشروعیت اس لیے ہے کہ برے پڑوسی سے بچا جا سکے۔ بے وقوف پر معاملات کرنے میں پابندی اس لیے ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو برے تصرفات سے محفوظ رکھ سکے۔ علی ھذا القیاس دیگر چیزیں ہیں۔(۹۸)

مصنف نے قواعد پر لکھی گئی دیگر کتب سے بھی ممکنہ حد تک مدد لی ہے۔ چنانچہ بہت سے مقامات پر مجلۃ الاحکام کی مختلف شروحات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

مصنف ہر قاعدہ کے آخر میں مستثنیات کا بھی ذکر کرتے ہیں جس سے قواعد کی جامعیت و مانعیت معلوم ہوتی ہے۔(۹۹)

حواشی

۱۔ لسان العرب، ۱۱/ ۲۳۹ ۔۔۔ ۲۔ البقرۃ/ ۱۲۷

۳۔ ایضاح المسالک کے محقق نے ''قواعد المقری'' سے اسے نقل کیا ہے۔ ص ۱۱۰

۴۔ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، ۱/ ۵۱ ۔۔۔ ۵۔ الاشباہ والنظائر، ص ۱۹۲

۶۔ الاشباہ والنظائر للسبکی، ۱/ ۱۱ ۔۔۔ ۷۔ لسان العرب، ۷/ ۲۳

۸۔ ایضاً، ۱۴/ ۱۹۴ ۔۔۔ ۹۔ مقدمہ کتاب القواعد، ص ۲۹

۱۰۔ الاعراف/ ۱۹۹ ۔۔۔ ۱۱۔ تاویل مشکل القرآن، ص ۴۰

۱۲۔ الجامع لاحکام القرآن، ۷/ ۲۱۸ ۔۔۔ ۱۳۔ التوبۃ/ ۹۱

۱۴۔ تفسیر انوار التنزیل، ص ۲۶۴ ۔۔۔ ۱۵۔ ادب الکاتب، ص ۱۷۔۱۶

۱۵۔ ادب الکاتب، ص ۱۱۔۱۰ ۔۔۔ ۱۶۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب بدء الوحی

۱۷۔ الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الاقضیۃ باب الیمین علی المدعی علیہ

۱۸۔ الجامع الصحیح، باب فضل من استبراء لدینہ ۔۔۔ ۱۹۔ الجامع الصحیح، باب العلم والتعبیر

۲۰۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والامارۃ، باب فی اقطاع الارضین

۲۱۔ البقرۃ/ ۲۳۱ ۔۔۔ ۲۲۔ مستدرک حاکم، ۲/ ۵۷

۲۳۔ یہ قواعد قرآن کی پاک آیت ﴿ لا یکلف الله نفسا الا وسعها ﴾ (البقرۃ/ ۲۸۶) سے ماخوذ ہیں۔ مقدمہ ''القواعد والضوابط المستخلصہ من التحریر''، ص ۱۳۴۔۱۳۳

۲۴۔ علم قواعد فقہ کی تاریخ کا بڑا حصہ ڈاکٹر جمال الدین عطیہ کی تصنیف ''فقہ اسلامی کی نظریہ سازی'' سے ماخوذ ہے۔

بعض تفاصیل مصطفیٰ الزرقاء کی کتاب ''المدخل الفقہی العام''، تقی الدین الحصنی کی کتاب ''القواعد'' کے مقدمہ اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کے رسالہ ''قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء'' سے ماخوذ ہیں۔ ملاحظہ ہو :

۱۔ فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، ص ۷۹۔۷۱ ۔۔۔ ۲۔ المدخل الفقہی العام، ۲/ ۹۶۱۔۹۵۱

۳۔ مقدمہ کتاب القواعد، ۱/ ۷۳۔۵۱ ۔۔۔ ۴۔ قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء، ص ۵۲۔۳۲

۲۵۔ (i) الاشباہ والنظائر للسیوطی، ۱/ ۳۳ ۔۔۔ (ii) الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص ۱۶۔۱۵

۲۶۔ المبسوط، ۱۸۷/۳ ۲۷۔ الاشباہ والنظائر، ص ۱۵

۲۸۔ الفروق، ص ۸_۶ ۲۹۔ الاشباہ والنظائر، ۱۰۱

۳۰۔ مقدمہ ''القواعد والضوابط المستخلصہ'' ص ۱۱۲_۱۱۳ ۳۱۔ ایضاً ص ۱۲۱، ۱۲۰

۳۲۔ ایضاً ص ۱۳۸ ۳۳۔ ایضاً ص ۱۵۰

۳۴۔ تحفۃ الفقہاء، ۱۲۳/۳ ۳۵۔ ایضاً، ۲۲۳/۳

۳۶۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام، ص ۹، ۱، ان صفحات میں اس موضوع پر کلام کیا گیا ہے۔

۳۷۔ الاشباہ والنظائر للسبکی، ۱، ۵۴_۶۵ ۳۸۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی، ۳۵_۲۱۹

۳۹۔ الاشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۶ ۴۰۔ فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، ص ۸۴_۸۵

۴۱۔ سبکی کی کتاب کی ترتیب کے لیے کتاب کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔ یہ قواعد جلد اول، ص ۹۴_۱۹۸ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۲۔ یہ قاعدہ بعینہ ان الفاظ کے ساتھ زرکشی نے ذکر نہیں کیا، دیکھیے المنثور، ۳۳۷/۱

۴۳۔ ایضاً، ۹۳/۱ ۴۴۔ ایضاً، ۵۹/۲

۴۵۔ ایضاً، ۳۱۷/۱ ۴۶۔ ایضاً، ۷۳_۸۱/۲

۴۷۔ ایضاً، ۴۱۳_۳۵/۱ ۴۸۔ ایضاً، ۲۵۵_۹۴/۲

۴۹۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی، ۳۲۷/۱

۵۰۔ الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ۴۳۹_۴۲، ان صفحات میں فہرست کے ذیل میں ان قواعد کی ترتیب دیکھی جا سکتی ہے۔

۵۱۔ الفروق، ۲۳۵/۱ ۵۲۔ المنثور، ۱۶۱/۱

۵۳۔ ایضاً، ۵۳/۳ ۵۴۔ القواعد، ص ۹

۵۵۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی، ۱۰۸/۲ ۵۶۔ ایضاً، ۲۹۵/۱

۵۷۔ القواعد، ۴۱ ۵۸۔ الفروق، ۲۱۰_۱۱/۱

۵۹۔ ایضاً، ۲۵۶/۱ ۶۰۔ ایضاً، ۱۷۹/۱

۶۱۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی، ۱۷/۱ ؛ الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ۱۵۳/۱

۶۲۔ ایضاً، ۷۲/۲ ؛ ایضاً، ۱۵۴/۱

۶۳۔ ایضاً، ۱۴۲/۱ ؛ ایضاً، ۱۵۶/۱ ۶۴۔ ایضاً، ۳۰۴/۱ ؛ ایضاً، ۱۵۷/۱

۶۵۔ الاشباہ والنظائر للسبکی ۲/۳ ۶۶۔ ایضاً ۲/۲۰۰
۶۷۔ ایضاً ۲/۱۸
۶۸۔ یہ قواعد "کلمات نحویة یترتب علیها مسائل الفقهیة" کے تحت مذکور ہیں۔ الاشباہ والنظائر للسبکی ۲/۲۵۳۔۲۰۲
۶۹۔ المدخل الفقہی العام ۲/۹۵۸ ۷۰۔ فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، ۱/۱۳۵
۷۱۔ المدخل الفقہی العام ۲/۷۵۔۹۵۶ ۷۲۔ ایضاً، (حاشیہ) ۲/۹۶۳
۷۳۔ ایضاً ۲/۹۶۱ ۷۴۔ المجلة ۲۱۴ (دفعہ ۶۰)
۷۵۔ ایضاً ۴۲ (دفعہ ۱۲) ۷۶۔ ایضاً ۲۲۴ (دفعہ ۶۱)
۷۷۔ ایضاً ۲۳۳ (دفعہ ۶۲) ۷۸۔ المدخل الفقہی العام ۲/۹۶۳
۷۹۔ ایضاً ۲/۴۹۔۹۴۸ ۸۰۔ ایضاً ۲/۵۸۔۹۵۷
۸۱۔ ایضاً ۲/۹۶۳
۸۲۔ المدخل ۱۰۸۲، جبکہ سیوطی نے اسے "الکتاب الاول" میں "قواعد خمس کے تحت ذکر کیا ہے۔ دیکھیے الاشباہ والنظائر، ۱/۱۳۱ جبکہ ابن نجیم نے بھی اس الفن الاول میں ذکر کیا ہے۔
۸۳۔ المدخل الفقہی العام ۲/۹۸۷ ۸۴۔ ایضاً ۲/۹۷۰
۸۵۔ ایضاً ۲/۹۷۴ ۸۶۔ ایضاً ۲/۹۸۹
۸۷۔ ایضاً ۲/۹۸۸ ۸۸۔ ایضاً ۲/۹۹۰
۸۹۔ ایضاً ۲/۱۰۲۹ ۹۰۔ محولہ بالا
۹۱۔ ایضاً ۲/۱۰۳۶ ۹۲۔ محولہ بالا
۹۳۔ ایضاً ۲/۹۸۵ ۹۴۔ محولہ بالا
۹۵۔ ایضاً ۲/۹۸۹ ۹۶۔ ایضاً ۲/۱۰۵۳
۹۷۔ محولہ بالا ۹۸۔ ایضاً ۲/۹۸۱
۹۹۔ بعض مقامات ملاحظہ ہوں

(i) ما حرم اخذه حرم اعطاءه ۲/۱۴۔۱۰۱۳

(ii) ما حرم فعله حرم طلبه ، ۲/۱۵۔۱۰۱۴

(iii) من سعى في نقض ما لم في جهة فسعيه مردود عليه، ۲/۱۶۔۱۰۱۵

مصادر و مراجع

☆ ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، لاہور، المکتبۃ العلمیۃ، ۱۹۸۴ء

☆ ابن السبکی، تاج الدین عبدالوہاب بن علی، الاشباہ والنظائر، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ

☆ ابن قتیبہ، ابوعبداللہ محمد بن مسلم، ادب الکاتب، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س۔ن

☆ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، داراحیاء التراث، ۱۹۹۵ء

☆ ابن نجیم، زین الدین ابراہیم، الاشباہ والنظائر، داراحیاء التراث العربی،

☆ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، کتاب السنن، بیروت، دارالجیل، ۱۹۹۲ء

☆ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دمشق دارابن کثیر، ۱۹۹۰ء

☆ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، دارفراس، س۔ن

☆ تفتازانی، سعدالدین، التلویح علی التوضیح، کراچی، نور محمد اصح المطابع، ۱۴۰۰ھ

☆ حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۹۵ء

☆ حصیری، جمال الدین، القواعد والضوابط المستخلصۃ من التحریر، (مقدمہ علی احمد الندوی)، قاہرہ، مطبعۃ المدنی، ۱۴۱۱ھ

☆ حموی، احمد بن محمد، شرح الاشباہ والنظائر، لابن نجیم (غمز عیون البصائر) کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۴۱۸ھ

☆ زرکشی، بدرالدین، محمد بن بہادر، المنثور فی القواعد، وزارۃ الاوقاف، کویت، ۱۴۰۵ھ

☆ زرقاء، مصطفیٰ احمد، المدخل الفقہی العام، بیروت، دارالفکر، ۱۹۶۸ء

☆ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن، الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع الشافعیۃ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸ء

☆ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن، الاشباہ والنظائر فی النحو، مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق، ۱۹۷۵ء

☆ شعلان، عبدالرحمٰن، الدکتور، مقدمہ کتاب القواعد، تقی الدین، الحصنی، ریاض مکتبۃ الرشید، ۱۴۱۵ھ

☆ عزالدین، عبدالسلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، مصر، مطبعۃ الوھبیۃ، ۱۳۲۰ھ

☆ عطیہ، جمال الدین، ڈاکٹر، فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، لاہور، الفیصل ناشران، س۔ن

☆ قرانی، احمد بن ادریس، الفروق، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸ء
☆ قرطبی، محمد بن احمد، عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، مصر۔
☆ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، قواعد کلیہ اوران کا آغاز وارتقاء، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۲ء
☆ مسلم بن الحجاج، القشیری، الجامع الصحیح مع شرح القاضی عیاض (اکمال المعلم) بیروت، دار الوفاء، ۱۹۹۸ء